# غزل

جناب شمیم عثمانی

کہاں ہے آج بلا خیزی جنوں باقی — روایتوں سے ہے اک ربطِ پُر فسوں باقی
ہم اپنے ماضی کا سایہ بھی اب نہیں شاید — مگر زمانہ کو شکوہ کہ ہم ہیں کیوں باقی
ابھی نگاہِ ستم کو عزیز ہیں ہم لوگ — ابھی ہے پیرہن جاں میں بوئے خوں باقی
یہ فکر و فن کے نگہباں متاعِ غم کے امیں — ہیں اک شکستہ عمارت کے کچھ ستوں باقی
کہاں کی بادہ کشی لطفِ عام ساقی کیا — بنامِ ظرف ہے اک جامِ واژگوں باقی
حیات آج انھیں آئینہ دکھاتی ہے — نہ جن کے چہرے سلامت نہ اندروں باقی
عذاب ہجر بھی دیکھا نشاطِ قرب کے بعد — ہماری شوخ مزاجی ہے جوں کی توں باقی
شراب ہے کہ لہو بھید کچھ نہیں کھلتا — ہر ایک شیشے میں ہے آبِ لالہ گوں باقی
اسی کا نام فنا ہے تو پھر بقا کیا ہے — کہ آج تک ہے یہ دنیائے کاف و نوں باقی

شمیم تیرے جنوں کی بھی حد نہیں کوئی
خرد کے دور میں اور دولتِ سکوں باقی